

یہودیت

مصنف

ابو احمد محمد انس رضا قادری



+92321-7031640



Al-Madina Library

★...یہودیت...★

تعارف

یہودیت ابراہیمی ادیان میں سے ایک دین ہے جس کے تابعین اسلام میں قوم بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ عہد نامہ عتیق کے مطابق یہودی مذہب حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے یہودا کے نام پر مشہور ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے جن میں سے سب سے بڑے کا نام یہودا اور چھوٹے کا نام بنیامین تھا۔ یہودا کا خاندان خوب پھلا پھولا۔ یہودا اور بنی اسرائیل ایک ہی نسل کے لئے استعمال ہونے لگے۔ بعد ازیں تمام اسرائیلی یہودی کہلائے اور ان کا مذہب یہودیت مشہور ہو گیا۔ لہٰذا یہ مذہب یہودا ابن یعقوب کی طرف منسوب ہے۔ کثیر انبیاء علیہم السلام یہودی قوم کو ہدایت دینے کیلئے آتے رہے۔ یہودیت کی دینی کتاب توریت ہے جو کئی صحیفوں پر مشتمل ہے۔ اسلام اور عیسائیت کی بہ نسبت قدیم مذہب ہونے کے باوجود یہودیت کے ماننے والے بہت کم ہیں کیونکہ ان کے ہاں مذہب کی تبلیغ نہیں کی جاتی اور یہ اپنے مذہب میں ضرورت کے تحت بہت کم لوگوں کو داخل ہونے کی اجازت دیتے ہیں۔ یہودی اسرائیل کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی موجود ہیں۔

یہودیت کی تاریخ

حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق میں پیدا ہوئے اور عراق ہی میں توحید کی دعوت شروع کی، وہاں کے حکمران نمرود نے آپ کی مخالفت کی، یہاں تک کہ آپ کو آگ میں ڈال دیا۔ آگ سے صحیح سلامت نکلنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مصر کا رخ کیا، پھر شام تشریف لائے اور شام ہی میں رہے۔ آپ کی زوجہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالی عنہا مع اپنی اولاد کے شام میں رہی اور بی بی ہاجرہ رضی اللہ تعالی عنہا مع اپنی اولاد کے حجاز میں رہی۔ شام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو اولاد رہی وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے آخری زمانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کے توسط سے یوں مصر چلے گئے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں وزیر اعظم کے عہدے پر فائز ہوئے تو انہوں نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام اور اپنے گیارہ بھائیوں کو مصر میں بلوا کر یہاں آباد کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار اور تمام تر قبیلے کو مصر بلالیا جہاں انہیں عزت واحترام سے رکھا گیا۔ یہ قبائل چار سو سال تک مصر میں رہے۔ اس طویل مدت میں وہ قبائل سے ایک طاقتور قوم بن گئے۔ ان کے وصال کے بعد قبطی نسل پرستوں نے مصر میں شورش برپا کی اور انقلاب لاکر قوم عمالقہ کو شکست دے کر حکومت پر قابض ہوگئے۔ انقلاب کے بعد عمالقہ کو انہوں نے ملک بدر کردیا اور عمالقہ کے حامیوں یعنی بنی اسرائیل کو از اوّل تا آخر غلام بنالیا، یہ سلسلہ چلتا رہا۔

فراعنہ حکمرانی کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت موسیٰ کا دور آیا، حضرت موسیٰ ان بنی اسرائیل کے گھر میں پیدا ہوئے، لیکن بچّوں کے قتل کے مشہور واقعہ کے سبب آپ نے فرعون ہی کے گھر میں تربیت پائی اور وہیں جوان ہوئے، جوانی میں ایک قبطی کو مارنے کی وجہ سے شام کے ایک علاقے مدین آنا پڑا، جہاں آپ نے ایک نبی حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس دس سال رہ کر حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی سے شادی کی۔

اللہ عزوجل نے آپ کو نبی مبعوث کرکے فرعون کے پاس بھیجا۔ طور کی وادیوں سے واپس آکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعونِ مصر سے مطالبہ کیا کہ وہ اسرائیلیوں کو مصر سے نکل جانے کی اجازت دیدے۔ فرعون منکر ہوا۔ جادوگروں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ بھی کروایا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غالب آئے اور جادوگر بھی آپ پر ایمان لے۔

حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلے، فرعون نے تعاقب کیا اور ڈوب کر مرگیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر نکلے تو ان کی تعداد چھ لاکھ تھی۔

مصر سے خروج کے بعد حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے درمیان عجیب وغریب قسم کے واقعات ہوئے، مثلاً: بچھڑے کی عبادت، حطہ کی جگہ حنطہ کی تبدیلی، گائے پرستوں کو دیکھ کر اسی طرح کے خدا کا مطالبہ، اور جہاد کا انکار وغیرہ۔

بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی۔ بنی اسرائیل نے بیت المقدس فتح کرنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ نہ دیا جس کی وجہ سے بنی اسرائیل قوم چالیس سال صحرائے سینا میں دربدر گھومتی رہی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام نے فلسطین کو فتح کیا، اس طرح

فلسطین پھر بنی اسرائیل کے قبضہ میں آگیا۔ بیت المقدس پر تسلط کے بعد بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو پس پشت ڈال دیا اور بت پرستی کو اپنا شعار بنالیا۔

جب بنی اسرائیل طرح طرح کے گناہوں میں ملوث ہوگئے اور ان لوگوں میں معاصی وطغیان اور سرکشی و عصیان کا دور دورہ ہوگیا تو ان کی بداعمالیوں کی نحوست سے ان پر خدا کا یہ غضب نازل ہوگیا کہ قوم عمالقہ کے کفار نے ایک لشکر جرار کے ساتھ ان لوگوں پر حملہ کردیا، ان کافروں نے بنی اسرائیل کا قتل عام کر کے ان کی بستیوں کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ عمارتوں کو توڑ پھوڑ کر سارے شہر کو تہس نہس کر ڈالا اور متبرک صندوق جسے تابوت سکینہ بھی کہا جاتا ہے اس کو اٹھا کر لے گئے۔ اس مقدس تبرک کو نجاستوں کے کوڑے خانہ میں پھینک دیا۔ لیکن اس بے ادبی کا قوم عمالقہ پر یہ وبال پڑا کہ یہ لوگ طرح طرح کی بیماریوں اور بلاؤں کے ہجوم میں جھنجھوڑ دیئے گئے۔ چنانچہ قوم عمالقہ کے پانچ شہر بالکل برباد اور ویران ہوگئے۔ یہاں تک کہ ان کافروں کو یقین ہوگیا کہ یہ صندوق رحمت کی بے ادبی کا عذاب ہم پر پڑ گیا ہے تو ان کافروں کی آنکھیں کھل گئیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس مقدس صندوق کو ایک بیل گاڑی پر لاد کر بیلوں کو بنی اسرائیل کی بستیوں کی طرف ہانک دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے چار فرشتوں کو مقرر فرمادیا جو اس مبارک صندوق کو بنی اسرائیل کے نبی حضرت شمویل علیہ السلام کی خدمت میں لائے۔ اس طرح پھر بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی نعمت دوبارہ مل گئی۔ یہ صندوق ٹھیک اس وقت حضرت شمویل علیہ السلام کے پاس پہنچا جب حضرت شمویل علیہ السلام نے طالوت کو بادشاہ بنادیا تھا اور بنی اسرائیل طالوت کی بادشاہی تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھے اور یہی شرط ٹھہری تھی کہ مقدس صندوق آجائے تو ہم طالوت کی بادشاہی تسلیم کرلیں گے۔ چنانچہ صندوق آگیا اور بنی اسرائیل طالوت کی بادشاہی پر رضامند ہوگئے۔

طالوت نے جالوت کو للکارا، جنگ چھڑ گئی، طالوت کی طرف سے ایک جوان حضرت داؤد علیہ السلام نے تیر مار کر جالوت کو قتل کیا، طالوت نے اپنی ساری حکمرانی بمع اپنی صاحبزادی کے ان کے حوالے کی اور اللہ پاک نے خلعت نبوت سے بھی نوازا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے عہد میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی ابتدا کروائی اور ان کے بعد انہی کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام کو مالک کائنات نے مشرف بنبوّت و مملکت فرمایا، جنہوں نے یہی تاریخی مسجد جنات کے ذریعے سے مکمل کروائی۔

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان آل اسرائیل کے بادشاہ اور پیغمبر بنے۔ اسرائیل کے پرچم پر جو ستارہ ہے اسے وہ داؤد کا ستارہ Star of David کہتے ہیں۔ گیارہویں صدی قبل مسیح میں حضرت داؤد نے پہلی بار یروشلم کا دارا لحکومت بنایا۔ دسویں صدی قبل مسیح میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس میں پہلا ہیکل Temple تعمیر کیا۔ یہ بنی اسرائیل کے عروج کا زمانہ تھا۔ پھر زوال کی داستان بڑی ہی طویل اور عبرت ناک ہے۔ ان کے اپنے اعمال اور خصائلِ بدان کی تباہی کا باعث بنے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصال کے ساتھ ہی سلطنت دو حصّوں میں بٹ گئی، ایک سلطنت کا دار الخلافہ سامرہ (نابلس) اور ایک کا دار الخلافہ بیت المقدس (یروشلم) مقرر کیا گیا، کئی سو سال اسی طرح رہنے کے بعد شمال کی طرف سے آشوریوں نے سامریوں میں سے ہزاروں کو قتل کر کے مغلوب کر دیا اور وہاں پر قابض ہو گئے، ادھر سے کلدانیوں کے بادشاہ اور آشوریوں کے سابق گورنر نے دوسری مملکت کو تہس نہس کر دیا، مسجد اقصیٰ کو جلا کر گرا دیا، ہزاروں یہودیوں کو قتل کیا اور بقیہ کو ان کے بادشاہ صدقیہ سمیت قیدی بنا کر بابل (عراق) لایا، پھر خسرو (شاہِ ایران) نے بابل کو اس کے ستّر برس بعد فتح کیا اور سارے قیدیوں کو رہا کر دیا، انہوں نے پھر فلسطین جا کر اپنی کٹھ پتلی سی حکومت قائم کر دی، جس پر یونان نے پے در پے حملے جاری رکھے، یہاں تک کہ رومیوں نے آخری حملہ کر کے انہیں غلام بنایا، رومیوں نے یہاں کے ایک یہودی کو گورنر بنایا، اس کے مرنے کے بعد اس کے تین بیٹوں نے مقبوضہ علاقے کے تین صوبے بنائے، اس زمانے میں حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔ رومیوں نے کچھ سالوں بعد پھر حملہ کیا، اس حملے میں رومیوں نے ڈیڑھ لاکھ یہودیوں کو قتل کیا (گویا ہٹلر نے ہی یہودیوں کا قتلِ عام نہیں کیا، بلکہ یہ ایک عذاب کی صورت میں ان کے ساتھ بارہا ہوا) اور ہزاروں کو قیدی بنایا، کچھ اِدھر اُدھر جا کر نکل گئے، انہیں بھگوڑوں میں حجاز، رملہ، تبوک، تیما، وادی القریٰ، مدینہ اور خیبر کے یہودی بھی تھے (جنہیں پھر مدینہ سے بھی نکالا گیا) یعنی بنو نضیر، بھدل، قریظہ اور بنو قینقاع، جبکہ مدینہ کے اوس و خزرج یمن کے قبائل عرب میں سے ہیں۔

خدائے ذوالجلال نے اسرائیلیوں کو گناہوں سے توبہ کا ایک اور موقعہ دیا اور انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا پیغمبر عطا کیا مگر اسرائیلیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ وہ سلوک کیا کہ زمین و آسمان کانپ اٹھے۔ انہوں نے رومیوں کے ہاتھوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار اور انہیں صلیب پر مصلوب کرنے کی کوشش کی۔

135ء میں شاہ ہیڈرن نے یروشلم پر قبضہ کیا اور بچے کھچے یہودیوں کو فلسطین سے نکال کر کرہ ارض پر بکھیر دیا۔ یہودی جس ملک میں بھی گئے ان کے خلاف نفرت پیدا ہو گئی۔ ان کے دلوں میں انسان کی محبت کا نام و نشان نہ تھا۔ یہودی صرف نفرت اور فتنہ پردازی کے دلدادہ تھے۔ وہ کسی دوسری قوم کے دل میں اپنی محبت پیدا کر ہی نہیں سکتے تھے۔ وہ نفرت کے پیکر تھے۔ وہ اللہ عزوجل کے دھتکارے ہوئے تھے اس لیے وہ جہاں بھی گئے انہیں نفرت ملی۔

وہ 135ء میں کرہ ارض پر بکھر تو گئے لیکن انہوں نے اس عقیدے کو سینے سے لگائے رکھا کہ خدائے یہودہ نے فلسطین کو ہی ان کا وطن مقرر کیا ہے۔ ان کا یہ عقیدہ مستحکم ہوتا چلا گیا کہ کوئی انہیں سو بار شکست دے، کوئی طاقت خدائے یہودہ کا لکھا نہیں مٹا سکتی اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر ان کا مقدس فریضہ ہے جو بہر حال یروشلم میں ہی ادا ہو گا۔ یہ عقیدہ ان کے مذہب کا جزو بن گیا جس نے ایک مذہبی رسم کی صورت اختیار کر لی۔ اس رسم کی ادائیگی کے لیے دور دراز ملکوں کے یہودی ہر سال یروشلم جمع ہوتے تھے۔ اسے وہ صیہونیت Zionism کہتے تھے۔ وہاں وہ یہ الفاظ دہراتے تھے: آئندہ سال یروشلم میں۔

فلسطین میں ایک پہاڑی ہے جس کا نام صیہون Zion ہے۔ اسے یہودی مقدس سمجھتے ہیں۔ اس کے نام پر انہوں نے صیہونیت کی تحریک کی ابتدا کی تھی۔ اس زمانے میں یہودی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کرتے تھے، لیکن تعصب میں آکر بنو اسماعیل میں سے نبی کے آنے کی وجہ سے انکار کیا، ادھر فلسطین پر رومی عیسائیوں کا قبضہ رہا (رومی بعد میں عیسائی ہو گئے تھے) یہاں تک کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے ابتدائی ایام میں ان منتشر بھگوڑے یہودیوں نے کسریٰ کو رومیوں کے خلاف اکسا کر فلسطین پر حملہ کروایا، جس نے مسجد اقصیٰ کو تباہ و برباد کیا اور صلیب کو اپنے ساتھ ایران لے گیا، چودہ سال بعد عیسائیوں کی اس شکست کا بدلہ لینے کے لیے قیصر روم نے ایرانیوں پر حملہ کر کے بیت المقدس بھی آزاد کروایا اور ایران تک اندر جا کر اپنی اصلی صلیب کو بھی واپس لے کر آئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہودیوں کو ان کی سازشوں کی وجہ سے کچھ کو قتل اور کچھ کو جلاوطن کردیا، جس کی داستان بڑی طویل ہے۔اس وقت سے لے کر جب بختِ نصر نے یہودیوں کو یروشلم سے نکالا، اب تک یہ لوگ مخصوص ذہنیت، متعصبانہ فطرت اور بزعم خویش من عند اللہ احساس برتری کی وجہ سے ہر دور میں معتوب رہے۔یہ دنیا کے مختلف ملکوں اور خطوں میں بھٹکتے رہے، مگر الگ تھلگ رہنے کی خواہش کی وجہ سے کہیں بھی قومیت کے حقوق حاصل نہ کرسکے۔علیحدگی کے اس احساس کے تحت خفیہ تحریکیں چلانا اور سازشیں کرنا ان کی فطرتِ ثانیہ بن گئی، چنانچہ صہیونیت بھی ان کی ایک خفیہ سازش اور تحریک ہے اور صہیونیوں سے مراد وہ یہودی ہیں جو صہیون (یروشلم کا ایک پہاڑ) کی تقدیس کرتے ہیں اور فلسطین میں قومی حکومت کے خواہاں اور اس مقصد کے لیے کوشاں رہے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم کے وصال سے تقریباً چار سال بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسلمانوں نے فلسطین کو فتح کرکے وہاں اسلامی حکومت قائم کی۔ جس روز فلسطین فتح ہوا اس روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے، محراب داؤد کے پاس جاکر سجدہ کیا۔

یہودی دو ہزار سال سے دنیا میں پروپیگنڈہ کرتے رہے ہیں کہ فلسطین ان کا آبائی وطن ہے یہ بات ہم سب کو معلوم ہونی چاہیے کہ فلسطین یہودیوں کا آبائی وطن نہیں ہے۔تیرہ سو برس قبل مسیح میں بنی اسرائیل فلسطین میں داخل ہوئے تھے۔اس وقت فلسطین کے اصل باشندے دوسرے لوگ تھے جن کا ذکر خود بائبل میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں نے فلسطین کے اصل باشندوں کو قتل کیا اور اس سرزمین پر قبضہ کیا تھا۔اسرائیلیوں کا یہ دعویٰ تھا کہ خدا نے یہ ملک ان کو میراث میں دیا ہے۔یہ اسی طرح ہے جیسے فرنگیوں نے سرخ ہندیوں (red indians) کو فنا کرکے امریکہ پر قبضہ کیا تھا۔

دسویں صدی قبل مسیح میں حضرت سلیمان نے ہیکل سلیمانی تعمیر کرایا تھا۔آٹھویں صدی قبل مسیح اسیریا نے شمالی فلسطین پر قبضہ کرکے اسرائیلیوں کا قلع قمع کیا تھا اور عربی النسل قوموں کو آباد کیا تھا۔ چھٹی صدی قبل مسیح میں بابل کے بادشاہ بخت نصر نے جنوبی فلسطین پر قبضہ کرکے تمام یہودیوں کو جلاوطن کردیا تھا۔طویل مدت کی جلاوطنی کے بعد ایرانیوں کے دور میں یہودیوں کو پھر جنوبی فلسطین میں آباد کا موقع ملا۔70ء میں یہودیوں نے رومی سلطنت

کے خلاف بغاوت کی، جس کی پاداش میں رومیوں نے ہیکل سلیمانی کو مسمار کر کے کھنڈرات میں تبدیل کر دیا۔ 135ء میں رومیوں (عیسایوں) نے پورے فلسطین سے یہودیوں کو نکال دیا۔ پھر فلسطین میں عربی النسل لوگ آباد ہو گئے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد جب عثمانی حکومت کو شکست ملی اور ان کی حکومت ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی تو مغربی ممالک نے اپنے اپنے حصوں کو بانٹا تو فلسطین کی سرزمین برطانیہ کے حصے میں آئی اور وہیں سے برطانیہ نے شیطانیت کی اور اسی سال برطانیہ کے وزیر خارجہ نے یہودیوں میں صاحب نفوذ آدمی (لارڈ) کو خط لکھا کہ برطانیہ چاہتا ہے کہ یہاں یہودی حکومت تشکیل دے۔ یہی کام اسرائیلی حکومت کی ابتدا بنی، اس وقت سے لے یہ کام آہستہ آہستہ شروع رہا اور مختلف ممالک میں بسنے والے یہودیوں کو فلسطین آنے اور وہاں رہنے کی ترغیب دلائی گئی اور لاکھوں یہودیوں نے مختلف ممالک سے ہجرت کر کے فلسطین کا رخ کیا یہ کام انہوں نے بہت چپکے سے کیا کیونکہ جنگ عظیم کے دوران عرب ممالک برطانیہ کے ساتھ تھے اس لیے نہیں چاہتے تھے کہ عربوں کو اس بات کا علم ہو جائے۔

یہودی سازشی قوم ہے کہ اس نے 1880ء سے دنیا بھر سے ہجرت شروع کی اور فلسطین جاکر زمین خریدنی شروع کی۔ 1897ء میں یہودی لیڈر ہرتزل نے صہیونی تحریک کا آغاز کیا (zionist movement)۔ اس میں اس بات کو مقصود قرار دیا گیا کی فلسطین پر دوبارہ قبضہ حاصل کیا جائے ہیکل سلیمانی تعمیر کیا جائے۔

یہودی سرمایہ داروں نے اس غرض کے لیے بڑے پیمانے پر مال فراہم کیا کہ یہودی فلسطین منتقل ہوں اور زمینیں خریدیں اور منظم طریقے سے اپنی بستیاں بسائیں۔ 1901ء میں اسی ہرتزل نے سلطان ترکی عبدالحمید خان کو پیغام بھجوایا کہ یہودی ترکی کے تمام قرضے ادا کرنے کو تیار ہیں اگر فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنانے کی اجازت دے دیں۔ مگر سلطان نے اس پیغام کو حقارت سے ٹھکرا دیا اور کہا میں تمہاری دولت پر تھوکتا ہوں، فلسطین تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ جس شخص کے نام پیغام بھیجا گیا تھا اس کا نام حاخام قرہ صو آفندی تھا۔ اس نے سلطان کو ہرتزل کی طرف سے دھمکی دی تھی اور اس کے بعد سلطان کی حکومت کو الٹنے کی سازش شروع ہوئی اس سازش کے پیچھے فری میسن، دونمہ اور وہ ترک نوجوان مسلمان تھے، جو مغربی تعلیم کے زیر اثر آکر ترکی میں قوم پرستی کے علمبردار بن گئے تھے۔ دونمہ وہ یہودی تھے جنہوں نے ریاکارانہ اسلام قبول کرر کھا تھا۔ ترک ان کو دونمہ کہتے ہیں۔ جب ترکی میں

حالات بہت زیادہ خراب کردیے گئے تو 1908ء میں جو تین آدمی سلطان کی معزولی کا پروانہ لیکر گئے تھے ان میں ایک یہی حاخام قرہ صو آفندی تھا۔

انیس سو سنتالیس 1939 میں اقوام متحدہ نے ایک بیان جاری کیا جو ایک سراسر خیانت تھی کہ فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے ایک حصہ فلسطین عربی اور دوسرا فلسطین یہودی یہاں پر آکر برطانیہ کا کام ختم ہو جاتا ہے کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ یہودی حکومت تشکیل دیں اور یہ مسئلہ اقوام متحدہ تک پہنچائیں۔ سوانہوں نے اپنی شیطانی چال چلی اور کامیاب ہوگیا، لہٰذا برطانیہ نے اپنی فوج کے آخری دستے کو حیفاء بندرگاہ کے راستے واپس بلالیا۔

یہودیوں نے بن گوریون کی رہبری میں ایک اعلامیہ نکالا کہ جس میں انہوں نے ایک مستقل یہودی حکومت کا اعلان کیا، ٹھیک اسی دن جب یہ اعلان ہوا صرف گیارہ منٹ بعد امریکہ نے اس حکومت کو قبول کیا اور اعلان کیا کہ یہودی حکومت ایک مستقل حکومت ہے۔ اس طرح یہ اسرائیلی حکومت وجود میں آئی۔

دوسری طرف عربی ممالک کا ردعمل تھا اگرچہ پہلے پہلے بڑے جوش و خروش سے آئے جیسے مصر، اردن، شام، لبنان اور عراق وغیرہ انہوں نے اسرائیل پر حملہ کر دیا اور جولائی تک یہ جنگ جاری رہی یعنی ایک سال تک۔ اس جنگ کے آخر میں اسرائیلی حکومت کے بعض علاقوں کو چھین لیا گیا مصر نے غزہ کی پٹی پر قبضہ کرلیا اور اردن نے اورشلم کے بعض حصے پر قبضہ کرلیا اور اسی سال اعلان کیا گیا کہ فلسطینی جو فلسطین سے یہودیوں کی طرف سے ملک بدر کیے گئے تھے واپس آجائیں۔ لیکن بعد میں اچانک فرانس، برطانیہ اور اسرائیل نے حملہ کر دیا اور غزہ کی پٹی کو دوبارہ اسرائیل کے قبضہ میں لے آئے۔ جس طرح عرب ممالک غیرت کے ساتھ آئے تھے اگر اسی طرح ڈٹے رہتے تو آج فلسطین کی یہ حالت نہ ہوتی۔

فلسطینی لیڈروں نے تحریک شروع کی تاکہ اسرائیل سے فلسطینی سرزمین کو واپس لیا جائے یہ سرد جنگ اور حرکت جاری رہی یہاں تک کہ ناصر جو فلسطینی تحریک کا صدر تھا اس نے قیران بندرگاہ کو بند کرنے کا حکم دے دیا کیونکہ اسرائیل کے لیے مدد اور ایران کے شاہ کی طرف تیل اسی بندرگاہ کے ذریعے اسرائیل کو ملتا تھا اس نے اس بندرگاہ کو بند کردیا تاکہ اسرائیل کو مدد نہ مل سکے جس کے نتیجے میں اسرائیل نے ایک بہت بڑی جنگ مصر کے خلاف شروع کردی۔

رمضان 1973ء میں مصریوں نے نہر سویز (Suez Canal) پار کر کے اسرائیلیوں کو سینائی (Sinai) میں بے خبری میں جالیا اور کچھ علاقہ آزاد کرالیا اور نہر سویز بھی اسرائیلیوں سے آزاد کرالی اور اسے کھول دیا۔ پھر جنگ بند ہو گئی بلکہ ان بڑی طاقتوں سے بند کرادی جن کے ہم سب مقروض اور امداد کے محتاج ہیں۔ مصر (Egypt) کے اس وقت کے صدر انور السادات مرحوم نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ جنگ رمضان 1973ء کے دوران امریکا (USA) کا اس وقت کا سیکرٹری خارجہ ہنری کیسنجر (United States Secretary of State Henry Kissinger) مصر پہنچا اور سادات سے ملا جب اسرائیلیوں کے قدم اکھڑ گئے تھے اور وہ مسلسل پسپا ہوتے چلے جا رہے تھے۔ ہنری کیسنجر نے سادات کو دھمکی دی کہ اس نے جنگ بند نہ کی تو امریکا اپنے وہ جدید اسلحہ اور طیارے مصری فوج کے خلاف استعمال کرے گا جو ایک دو دنوں میں مصری فوج، فضائیہ اور بحریہ کو تباہ کر دے گا۔ سادات کو اس دھمکی کے علاوہ ہنری کیسنجر نے (جس کے متعلق پتہ چلا ہے کہ یہودی ہے) کچھ لالچ بھی دیا تھا۔ سادات کو معلوم تھا کہ امریکا کے پاس کیسا تباہ کار اسلحہ ہے، چنانچہ اس نے اس صورت حال میں جنگ بندی کا اعلان کر دیا جبکہ اسرائیل پسپا ہو رہے تھے۔

لہٰذا مغربی ممالک کی پشت پناہی کی وجہ سے اسرائیل نے صحراء سینا، غزہ کی پٹی اور اسی طرح اور شلم پر قبضہ کر لیا جس کے نتیجے میں اسرائیل پہلے کی نسبت بہت بڑا ملک بن گیا اور بیت المقدس کا شرقی حصہ بھی اسرائیل کے قبضے میں چلا گیا اور مسجد الاقصیٰ جو مسلمانوں کی تیسری بڑی اور مقدس مسجد ہے وہ بھی انہیں کے قبضے میں آ گئی۔

لبنان (Lubnan) پر یہودیوں کا حملہ اسی توسیع پسندی کی ایک کڑی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ لبنان سے فلسطینی گوریلا فورس کو نکالنے کے لیے اسرائیل نے حملہ کیا ہے اس آپریشن میں اسرائیل نے بیروت کی شہری آبادی، فلسطینیوں کے کیمپوں اور ان کی بستیوں پر طیاروں سے جس بے دردی سے بمباری، برّی اور بحری توپوں سے گولہ باری کی ہے یہ ان قارئین کے لیے حیران کن نہیں جو یہودیوں کی تاریخ سے واقف ہیں۔ یہودیوں کے ہاں غیر یہودیوں خصوصاً مسلمانوں کی قتل و غارت مذہبی فریضے کا حکم رکھتی ہے۔ یہودیوں کے مذہب میں غیر یہودی کا قتل ایک مذہبی رسم بھی ہے جسے کہتے ہیں: RITUAL MURDER

لبنان میں لاکھوں مردوں، عورتوں اور بچوں کے جسموں کے ٹکڑے اڑا دیے اور شہر ملبے کا ڈھیر بنا دیا۔ قتل وغارت، تباہی اور بربادی کی جو تفصیلات لکھتے قلم کانپتا ہے وہ تفصیلات ہر یہودی کے لیے روحانی تسکین اور سرور کا باعث بنتی ہیں۔ لبنان میں انسانوں کی ہلاکت کے صحیح اعداد و شمار باہر کی دنیا تک نہیں پہنچی۔ امریکی ہفت روزہ " نیوز ویک" (news week) کے 5 جولائی 1982ء کے شمارے میں اس کے وقائع نگار ایگنس ڈیمنگ نے لکھا ہے کہ امریکا کی تینوں ٹیلیوژن کمپنیوں نے اپنے کیمرہ مین اور نامہ نگار لبنان میں بھیج رکھے ہیں لیکن اسرائیل کے حکام ان کی ہر فلم کو سنسر کرتے اور تباہی کی صحیح عکاسی کو دنیا کی نظروں سے اوجھل رکھتے ہیں۔

مختصر یہ کہ یہودی کی تاریخ درندگی، انسان کشی، مکاری، عیاری، فریب کاری اور بے حیائی کی بڑی لمبی داستان ہے۔ یہودی فلسطین کو دو ہزار سال سے اپنا گھر کہہ رہے تھے۔ اس گھر میں وہ آ گئے تو انہوں نے وہاں سے فلسطینیوں کے ساتھ ساتھ اسلام کو بھی نکال باہر کیا۔ پھر جون 1967ء میں انہوں نے بیت المقدس (یروشلم) پر قبضہ کر کے 1969ء میں مسجدِ اقصیٰ کو آگ لگائی اور خود ہی بجھادی۔ اس کے بعد انہوں نے اسلام کی عظمت کے ایک تاریخی نشان مسجدِ ابراہیم کو یہودیوں کی عبادت گاہ بنا کر اس کی مسجد کی حیثیت ختم کردی۔ لبنان پر حملے سے پہلے یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کی بنیادیں کھودنی شروع کردی تھیں۔ یہ بھی ان کا پرانا عہد ہے کہ وہ مسجد اقصیٰ کو شہید کر کے وہاں ہیکل سلیمانی تعمیر کریں گے۔ فی الوقت تو امریکی صدر ٹرمپ اسرائیل کے لیے بہت کچھ کرنے والا ہے۔